السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے بعض مدارس میں سبعہ یا عشرہ قراءت کا اہتمام کیا جاتا ہے، جبکہ بعض علما سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قراءت کا حصہ نہیں ہیں، کیونکہ ان کا ثبوت حد تواتر کو نہیں پہنچتا، قرآن کریم تواتر سے ہم تک پہنچا ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

اس پرفتن دور میں جہاں آزادی تحقیق کے نام سے صحیح احادیث کا انکار بلکہ استخفاف کیا جاتا ہے، وہاں قراءت متواترہ کو بھی تختہ مشق بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ ہمارے ہاں برصغیر میں قرآن کریم کی جو روایت پڑھی پڑھائی جاتی ہے وہ قراءت متواتر کا ہی ایک حصہ ہے۔ اسے تسلیم کرنا اور باقی قراءت کا انکار کرنا علم و عقل سے کورذوقی کی بدترین مثال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی زبان مختلف علاقوں اور قبیلوں میں استعمال ہو تو اس کے بعض الفاظ کے استعمال میں اتنا فرق آجاتا ہے، کہ ایک قبیلہ والا دوسرے قبیلے والوں کے لب ولہجہ اوران کے ہاں مستعمل الفاظ کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ نزول قرآن کے وقت عربی زبان قریش، ہذیل، تمیم، ربیعہ، ہوازن اور سعد بن بکر جیسے بڑے بڑے قبیلوں میں بولی جاتی تھی۔ لیکن بعض قبائل عربی الفاظ اوران کے موارد استعمال کے سمجھنے سے قاصر رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر آسانی کرتے ہوئے قرآن کریم کو سات حروف میں نازل فرمایا ہے۔ تاکہ قرآن کریم کے اول مخاطبین تکلف کا شکار نہ ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''قرآن کریم سات حروف میں نازل کیا گیا ہے، لہٰذا جو حرف تمہیں آسان معلوم ہو اس کے مطابق اس کی تلاوت کرو۔'' [[صحیح بخاری، فضائل القرآن: ۴۹۹۲

یہ حدیث محدثین کے ہاں ''سبعہ احرف'' کے نام سے مشہور ہے اور ائمہ حدیث نے اسے اپنی تالیف میں ذکر کرکے متواتر کا درجہ دیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، موطا امام مالک، مسند امام احمد، سنن بیہقی، مستدرک حاکم اور مصنف عبدالرزاق میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بائیس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں جن میں عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، ابوہریرہ، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، عبداللہ بن عباس، حذیفہ بن یمان، انس بن مالک، عبدالرحمن بن عوف، عبادہ بن صامت، ابوطلحہ انصاری، سمرہ بن جندب، عمرو بن العاص، ہشام بن حکیم، سلیمان بن حرد، ابوجہم انصاری اورام ایوب انصاریہ (رضی اللہ عنہم) پیش پیش ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے شمار تابعین اوران گنت ائمہ حدیث نے متعدد اسانید کے ساتھ اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

حدیث میں بیان شدہ سبعہ احرف کے متعلق بہت اختلاف ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے علما کے چالیس اقوال کا ذکر کیا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس متواتر حدیث کے کسی طریق میں کوئی بھی ایسی صریح عبارت موجود نہیں ہے۔ جو سبعہ احرف کی مراد کو متعین کردے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت کے وقت کسی بات کی وضاحت کو مؤخر نہیں کرتے۔ احادیث میں سبعہ احرف کی وضاحت نہ ہونے کی صرف یہ وجہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک سبعہ احرف کا مفہوم اس قدر واضح تھا کہ کسی کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ اس مفہوم کو سمجھنے کے لئے کسی کے محتاج تھے۔ اگران کے ذہن میں کوئی اشکال پیدا ہوتا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عقد کو حل کرنے کی کوشش کرتے۔ حالانکہ یہ حضرات قرآن کے متعلق اس قدر حساس تھے کہ سبعہ احرف سے متعلق اگر کسی نے کسی دوسرے قاری سے مختلف انداز پر قراءت سنی تو قرآن کریم میں اختلاف واضطراب کے واقع ہوجانے کے خوف سے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع فرمایا، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایات میں ہے کہ وہ خود اپنی سرگزشت بایں الفاظ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا، میں نے جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ متعدد الفاظ اس طرح تلاوت کررہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں سکھائے تھے۔ چنانچہ حضرت ہشام کو نماز ہی میں روک لینے پر تیار ہوگیا لیکن میں نے بمشکل اپنے آپ کو اس اقدام سے روکے رکھا، جونہی انہوں نے سلام پھیرا تو میں انہیں ان کے کپڑوں سے کھینچتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے چلا، اس اثنا میں سوال کیا کہ آپ کو یہ سورت اس انداز پر پڑھنے کی کس نے تعلیم دی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت اس طریقہ سے نہیں پڑھائی، جس پر میں نے تجھے تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے، چنانچہ میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے چلا، وہاں پہنچ کر میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے اسے سورۂ فرقان ایسے طریقہ پر پڑھتے سنا ہے کہ آپ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھائی ہے، آپ نے فرمایا کہ ''ہشام کو چھوڑ دو۔'' میں نے اسے چھوڑا تو آپ نے فرمایا: ''ہشام تم پڑھو۔'' تب ہشام نے اسی طرح تلاوت کی جس طرح میں نے اسے پڑھتے ہوئے سنا تھا، آپ نے فرمایا: ''یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے۔'' پھر آپ نے مجھے پڑھنے کا حکم دیا تو میں نے اسی انداز سے اسے تلاوت کیا، جیسا کہ آپ نے مجھے پڑھائی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ''اسی طرح بھی نازل کی گئی ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، لہٰذا جو حروف تمہیں آسان معلوم ہوں اس پر قرآن کی تلاوت کرو۔'' [صحیح بخاری، فضائل القرآن: ۵۰۴۱]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ایک تو یہ تمام وجوہ قراءت منزل من اللہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان وجوہ کا اختلاف تناقص وتضاد کا نہیں بلکہ تنوع اور زیادتی معنی کی قسم سے ہے۔ اس تنوع کے بے شمار فوائد ہیں جو فن توجیہ القراءات میں بیان ہوئے ہیں اوراس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دومرتبہ دور کیا، اس موقع پر بہت سی قراءت منسوخ کردی گئیں اورچند قراءتیں باقی رکھی گئی ہیں۔ جو اب تک متواتر چلی آرہی ہیں۔ ان کے لئے اولین شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ذریعے سے ثابت ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ مصاحف عثمانی کے رسم کے مطابق ہوں،

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نےاپنے عہد خلافت میںجب سرکاری طورپر قرآن پاک کے نسخے تیارکرائے توان کے لئے ایسارسم الخط تجویز کیاگیاکہ قراءتیں اس رسم الخط میں سماکئیں اورجوقراءت رسم الخط میں نہ آسکتی تھیں،ان کو محفوظ رکھنے کایہ طریقہ اختیارکیاگیاکہ ایک نسخہ ایک قراءت کے مطابق اوردوسرادوسری کے مطابق تحریرکیا۔اس طرح سات نسخے تیارکئےگئے جومکہ معظمہ ،مدینہ منورہ ،یمن ،بحرین ،بصرہ اورشام بھیجے اوران کے ساتھ قرّاء حضرات بھی روانہ کئے۔تاکہ صحیح طریقے سے لوگوں کوقرآن کریم کی تعلیم دیں۔چنانچہ یہ قرّاء حضرات مختلف علاقوں میں پہنچے اورہرایک نے اپنی اپنی قراءت کے مطابق پڑھاناشروع کردیااوریہی قراءتیں لوگوں میں مشہورہوگئیں ۔علمائے امت نے ان قراءت کویادکرنے کااس قدراہتمام کیاکہ ''علم قراءت''ایک مستقل فن کی شکل اختیارکرگیا۔بہرحال متواترقراءت وحی کاحصہ ہے۔ان میں سے کسی ایک کاانکارکرناقرآن کاانکارکرناہے۔[واللہ اعلم]

نوٹ :تدوین قرآن کے وقت عربی کتابت نقاط وحرکات سے خالی ہوتی تھی۔اس لئے ایک ہی نقش میں مختلف قراءت کے سماجانے کی گنجائش تھی۔لوگوں کی سہولت کےلئے جب حروف پرنقاط وحرکات لگیں توقرآن مجید بھی علیحدہ علیحدہ قراءت میں شائع ہونےلگے۔چنانچہ ہمارے ہاں برصغیر میں قراءت امام عاصم بروایت حفص رائج ہے،اسی طرح مغرب ،الجزائر،اندلس اورشمالی افریقہ میں قراءت امام نافع بروایت ورش عام ہے اوراسی کے مطابق قرآن مجیدکی اشاعت ہوئی ہے۔چنانچہ راقم نے مدینہ منورہ میں دوران تعلیم قراءت نافع بروایت قالون اوربروایت ورش دونوں الگ الگ مصاحف دیکھےتھے۔نیزقراءت امام کسائی کامصحف بھی نظرسے گزراتھا،یہ وضاحت اس لئے ضروری تھی کہ ہمارے ہاں روایت حفص پر مشتمل مصاحف ہی دستیاب ہیں۔اس لئے اسے قرآن کے مترادف خیال کیاجاتاہے اوراس بنیادپردوسری متواترقراءت کاانکارکیاجاتاہے جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔

تدوین قرآن کے وقت عربی کتابت نقاط وحرکات سے خالی ہوتی تھی۔اس لئے ایک ہی نقش میں مختلف قراءت کے سماجانے کی گنجائش تھی۔لوگوں کی سہولت کےلئے جب حروف پرنقاط وحرکات لگیں توقرآن مجید بھی علیحدہ علیحدہ قراءت میں شائع ہونےلگے۔چنانچہ ہمارے ہاں برصغیر میں قراءت امام عاصم بروایت حفص رائج ہے،اسی طرح مغرب ،الجزائر،اندلس اورشمالی افریقہ میں قراءت امام نافع بروایت ورش عام ہے اوراسی کے مطابق قرآن مجیدکی اشاعت ہوئی ہے۔چنانچہ راقم نے مدینہ منورہ میں دوران تعلیم قراءت نافع بروایت قالون اوربروایت ورش دونوں الگ الگ مصاحف دیکھےتھے۔نیزقراءت امام کسائی کامصحف بھی نظرسے گزراتھا،یہ وضاحت اس لئے ضروری تھی کہ ہمارے ہاں روایت حفص پر مشتمل مصاحف ہی دستیاب ہیں۔اس لئے اسے قرآن کے مترادف خیال کیاجاتاہے اوراس بنیادپردوسری متواترقراءت کاانکارکیاجاتاہے جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد:2صفحہ:493